پروفیسر گیان چند جین، جموں اور غالبؔ

ڈاکٹر شاہ نواز فیاضؔ
اسکالر جامعہ ملیہ اسلامیہ، دہلی
رابطہ 09891438766

[پروفیسر گیان چند جین غالبیات کے حوالے سے تمام اردو دنیا میں انتہائی قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ ہمارے لیے ان کی اہمیت اس لیے بھی خصوصی ہے کہ انہوں نے ایک مدت تک جموں یونی ورسٹی کے شعبۂ اردو کو اپنی خدمات دی ہیں۔ جموں یونی ورسٹی میں جب شعبۂ اردو متعارف ہوا تو انہیں وقت کی حکومت نے خاص طور پر اس شعبے کو ہیڈ کرنے کے لیے جموں بلایا۔ جرنل کے مدیر کی خاص ہدایت پر جین اور جموں کے حوالے سے یہ مضمون قلم بند کروا کے شاملِ کتاب کیا جا رہا ہے۔ جامعہ ملیہ اسلامیہ کے اسکالر ڈاکٹر شاہ نواز فیاضؔ کا پی ایچ ڈی کا کام ہی پروفیسر جین کے حوالے سے تھا سو جین اور جموں کے حوالے سے ان سے بہتر کوئی شخص کیا بات کرتا۔ اس مضمون میں جہاں جموں کا ذکر ہے وہیں غالبؔ کے حوالے سے پروفیسر جین کی چند تاریخی کتب کے تعلق سے بھی مدلّل بحث ہوئی ہے۔]

اپنی کتاب ''ذکر و فکر'' میں گیان چند جین جموں کا جغرافیہ کچھ یوں بیان کرتے ہیں:

> ''جموں پہاڑ کی تلی میں ہے لیکن یہاں بھوپال کے سے قدرتی مناظر مفقود ہیں۔ ہاں دور کے جلوے کی کمی نہیں۔ شمال کی جانب مشرق سے مغرب تک پہاڑوں کا ایک سلسلہ چلا گیا ہے جس میں کچھ چوٹیوں پر برف کی چھ سات فٹ اونچی دیوار ادھر سے ادھر تک دکھائی دیتی ہے۔ بارش کے بعد یہ برفانی جلوے بڑے نکھر جاتے ہیں۔ جموں کی مشرقی سرحد پر ایک پہاڑی ہے جس پر ایک بار جیپ میں جانے کا اتفاق ہوا۔ پہاڑیوں کے گرد گھومنے والی تنگ سڑک جس کے ایک طرف فراز اور دوسری طرف نشیب۔ دور تک چلے گئے ایک پہاڑی کے بعد دوسری پہاڑی اور ساتھ ساتھ لامتناہی سڑک ـــــ یعنی جموں کے آس پاس قدرتی مناظر ہیں، لیکن خاص شہر حسن فطرت کے معاملے میں بے رنگ و بے کیف ہے۔ بھوپال والی بات کہاں۔ ہاں حسن انسانی کے معاملے میں جموں بھوپال کو بہت پیچھے چھوڑ دیتا ہے۔'' (گیان چند جین)

گیان چند جین (۲۰۰۷ء۔ ۱۹۲۳ء) کا شمار ان عظیم ادیبوں میں ہوتا ہے، جنہوں نے نصف صدی سے زیادہ زندگی اردو زبان و ادب کے نام کر دی اور اسے اپنے خونِ جگر سے سینچا۔ گیان چند جین کی خدمات کا دائرہ بہت وسیع اور ناقابل فراموش ہے، اردو کے چوٹی کے محققین میں آپ کی شخصیت ایسی ہے، جن کے بغیر تحقیق کا فن نامکمل ہے، آپ ایک بلند پایہ محقق، استاد اور ماہر لسانیات ہیں۔

اردو زبان میں گیان چند جین کی لکھی گئی متعدد کتابیں نہ صرف برصغیر کی جامعات کے نصاب کا حصہ ہیں، بلکہ ان کی کئی

تصانیف مستند حوالے کے طور پر استعمال ہوتی ہیں۔اپنی عمیق نظری اور وسیع عملی تجربے کے باعث انہوں نے اردو زبان کے حوالے سے کئی ایسے پوشیدہ گوشوں کو اجاگر کیا ہے، جن پر دوسروں کی نگاہ نہیں گئی۔

اکتوبر ۱۹۶۵ء میں گیان چند جین جموں یونیورسٹی میں اردو کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ یہاں شعبۂ اردو کا قیام اسی سال عمل میں آیا تھا۔ابتدا میں وہاں اردو کا کوئی طالب علم اور محقق موجود نہ تھا۔اس لیے یونیورسٹی کونسل نے شام کے اوقات میں کلاسوں کی اجازت دی۔وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ تحقیقی کام نے ترقی کی۔ ۱۹۷۲ء میں پروفیسر گیان چند کو شعبہ کا ''پہلا صدر نشین'' ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔

گیان چند جین ۱۹۷۶ تک جموں یونیورسٹی میں رہے۔اس کے بعد الہ آباد یونیورسٹی کے شعبۂ اردو میں تقریباً تین سال پانچ ماہ (۱۹۷۶ء تا ۱۹۷۹ء) پروفیسر رہے۔ مارچ ۱۹۷۹ء میں مرکزی یونیورسٹی حیدرآباد (دکن) میں اردو کے پروفیسر ہو گئے۔اپریل ۱۹۸۹ء میں ملازمت سے سبکدوش ہوئے۔ گیان چند جین ملازمت کے سلسلے میں بھوپال سے جموں گئے تھے۔انھوں نے اپنے ایک مضمون ''جموں تا بھوپال — گردش خیال'' میں دونوں شہروں کا تقابل پیش کیا ہے۔جموں میں اردو کا رسم الخط تو تھا، ہر جگہ اسی کا استعمال بھی ہوتا تھا،لیکن یہ شہر اردو تحقیق و تنقید سے ایک طرح سے نابلد تھا۔جب کہ موجودہ صورت تب سے بالکل مختلف ہے۔اپنے اُس مضمون میں اردو کی اسی صورت کے متعلق انھوں نے لکھا ہے :

> ''جموں میں ہر طرف اردو ہی اردو ہے۔ ہندی محض نئی پود تک رسائی پا سکی ہے۔گئور کشا کمیٹی یا مہا بیر جینتی کا پوسٹر ہو یا شمشان گھاٹ پر نوٹس ہر جگہ محض اردو ہی اردو ہے۔ابھی یونیورسٹی میں ایم۔اے اردو کی جماعتیں شام کو کرانے کے لئے ارباب اقتدار کو کچھ اداروں نے محضر دیے۔ مجھے یہ جان کر حیرت ہوئی ہے کہ مقامی جن سنگھ نے بھی از خود اردو کی حمایت میں یادداشت پیش کی۔اردو کے اس عام رواج کے باوجود جموں میں اردو ادب کا مذاق نہیں۔تحقیق و تنقید سے تو کوئی آشنا ہی نہیں۔لیکن شاعری کے رسیا سب ہیں۔مشاعرے بڑے مقبول ہیں۔...... جموں میں اچھے برے شاعر کل پانچ چھ ہیں۔ان میں عرش صہبائی کے سوا کوئی ایسا نہیں جس کا نام اس ریاست سے باہر معروف ہو۔''
>
> (ذکر و فکر۔گیان چند جین۔ناشر،مصنف۔۱۹۸۰ء ص ۶۲۔۶۱)

ظاہر ہے کہ گیان چند جین نے جموں میں اردو کی جس صورت حال سے قارئین کو آگاہ کیا ہے، موجودہ وقت میں اس طرح کی صورت کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ گیان چند جین کی کتابوں کے سن اشاعت پر غور کریں تو اس بات کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ قیام جموں نے ان کے تحقیقی مزاج کو آگے بڑھایا۔ یہاں کی آب و ہوا ان کے علمی کاموں کے لیے بہت معاون ثابت ہوئی۔کیونکہ دورانِ قیامِ جموں ان کی کئی اہم کتابیں منظر عام پر آئیں۔اسی کے ساتھ بہت سے ایسے تحقیقی و تنقیدی مضامین لکھے گئے، جو بعد میں ان کے مضامین کے مجموعے میں شامل کیے گئے۔اس دوران ان کے ڈی۔لٹ کا مقالہ'اردو مثنوی شمالی ہند میں' (۱۹۶۹ء) تفسیر غالب (۱۹۷۱ء) لسانی مطالعے (۱۹۷۳ء) تجزیے (تحقیقی و تنقیدی مضامین کا مجموعہ، ۱۹۷۳ء) رموز غالب (۱۹۷۶ء) جیسی کتابیں منظر عام پر آئیں۔اس کے علاوہ ''عام لسانیات'' کے عرض مصنف کے آخر میں بھی ۲۸ رمئی ۱۹۷۵ء کے ساتھ جموں لکھا ہے۔شاعری کا دوسرا دور

جموں میں ہی شروع ہوا۔اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ جموں کے جنت نما ماحول نے گیان چند جین کی علمی فتوحات میں غیر معمولی کردار ادا کیا۔ یہ الگ بات ہے کہ عام لسانیات کے لکھنے کے دوران لسانیات کے موضوع پر کتابوں کی عدم دستیابی ان کی پریشانی کا سبب رہی۔اس کا اظہار انھوں نے عام لسانیات کے 'عرض مصنف' میں کیا ہے۔گو کہ اس کتاب کو انھوں نے اپنے قیام بھوپال کے دوران ۶۲۔۱۹۶۱ء میں لکھنا شروع کر دیا تھا۔لیکن اس کی تکمیل جموں میں ہوئی۔کتابوں کی عدم فراہمی کا احساس انھیں تھا، وہ جس طرح سے اس کتاب کو لکھنا چاہتے تھے، اس طرح سے کام نہیں کر سکے، اس کا اظہار انھوں نے اس طرح سے کیا ہے :

”ترقی اردو بیورو بنا اور میں اس کی لسانیات کمیٹی میں لیا گیا تو مختلف حضرات کو کتابیں لکھنے کی ذمہ داری تقسیم کی گئی۔میں نے عام لسانیات کی کتاب اپنے نام لکھالی کہ میں اس پر پہلے ہی سے کام کر رہا تھا۔

مطالعہ جاری رہا۔اپنی کم مائگی کا احساس بڑھتا گیا۔جموں میں لسانیات کی کتابیں نہ تھیں۔خریدیں لیکن کتاب لکھنے کے لیے جو ذخیرہ چاہیے وہ میسر نہ ہوا۔اگر میں کہیں ایسے ادارے میں ہوتا جہاں لسانیات کی کتابیں بقدر مالیت موجود ہوتیں تو اس کتاب کا نقشہ بہت بہتر ہوتا۔“

(عام لسانیات۔(دوسرا اڈیشن) گیان چند جین۔قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی۔۲۰۰۳ء ص، ۱۲)

گیان چند جین لسانیات کے موضوع پر جموں سے جانے کے بعد بھی لکھتے رہے۔لیکن اس موضوع پر ان کی دوسری کوئی باضابطہ کتاب منظر عام پر نہیں آئی۔البتہ ان کے مختلف مضامین کے مجموعوں میں لسانیات پر مضامین مل جائیں گے، لیکن باقاعدہ اس موضوع پر ان کی دو کتابیں منظر عام پر آئیں اور وہ دونوں جموں کے قیام کے دوران آئیں۔'لسانی مطالعے' گرچہ ان کے مضامین کا مجموعہ ہی ہے، لیکن ان سارے مضامین کا تعلق زبان اور علم زبان سے ہے۔اس طرح سے ہم دیکھتے ہیں کہ ماہر لسانیات ہونے میں بھی جموں کا ماحول ان کے لیے بہت مفید ثابت ہوا۔

گیان چند جین ایک مستقل مزاج اور حوصلہ مند محقق تھے۔تحقیق میں مسلسل محنت اور لگن کو شعار بنائے رکھا۔انہوں نے اپنی گہری تحقیقی نظر کو بروئے کار لا کر تحقیق کے لیے اصول سازی کی۔اگرچہ تحقیقی طرزِ تحریر زیادہ جچی تلی، زیادہ معین اور قطعی ہوتی ہے۔اس میں حوالے کی پابندی لازمی ہوتی ہے۔اس میں انشاپردازی کے مواقع نسبتاً کم ہوتے ہیں۔سائنسی قسم کا رکھ رکھاؤ ناگزیر ہوتا ہے۔اس لیے عام طور پر یہ محققانہ مضامین شگفتہ نہیں ہوتے۔مگر گیان چند جین کی تحقیقی تحریروں میں بھی دل چسپی کی کمی نہیں۔آپ جہاں ہر بات اور ہر نظریے کا مدلل حوالہ دیتے ہیں، وہاں کئی مقامات پر اپنی زندگی سے متعلق دلچسپ واقعات کا تذکرہ بھی کرتے ہیں، جس سے قاری میں مزید مطالعہ کی خواہش بڑھ جاتی ہے، اس کے ذریعے قاری بالواسطہ مصنف کے ساتھ ربط برقرار رکھتا ہے۔وہ اپنی تحریروں میں جا بجا مختلف شعرا کے اشعار سے بھی رنگینی پیدا کرتے ہیں۔جس سے ایک تحقیقی کتاب یا مضمون میں دل موہ لینے والی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔

تحقیق کے ساتھ ساتھ گیان چند جین میں تنقید کا مادہ بھی بدرجۂ اتم موجود تھا۔اس سے وہ اپنی تحریروں میں بھی کام لیتے رہے۔کیوں کہ تحقیق و تنقید دونوں کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔تنقید کی عدم موجودگی میں تحقیق غیر مفید ہوتی ہے۔اور تنقید بعض اوقات

تحقیق کی کمی کہ وجہ سے لغزش کر جاتی ہے۔ گیان چند جین نے خود لکھا ہے :

''محقق تنقیدی شعور سے بے نیاز ہو جائے تو اہم اور غیر اہم کی شناخت بھلا دیتا ہے۔''

(تحقیق کا فن۔ گیان چند جین، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، ۲۰۰۸ء ص، ۴۶)

گیان چند جین کے بارے میں ڈاکٹر جمیل الدین عالی لکھتے ہیں :

''ڈاکٹر گیان چند جین ہمارے عہد کے ذمہ دار محقق اور باریک بین نقاد ہیں۔۔۔۔۔۔ وہ اردو تحقیق کی ایک ناگزیر شخصیت ہیں۔''

(اردو کی ادبی تاریخیں۔ گیان چند جین، انجمن ترقی اردو پاکستان، ۲۰۰۰ء ، ص، ۷)

گیان چند جین کے تنقیدی کارناموں میں دو مستقل تصانیف ''رموز غالب'' اور ''تفسیر غالب'' ہیں۔ جنھیں تشریحی اور عملی تنقید کا اچھا نمونہ کہا جا سکتا ہے۔ ''تجزیے'' میں بھی تنقیدی مضامین ہیں۔ جس میں ''خانم کی مثنوی [حسن و دل]'' کے عنوان سے ان کا ایک مضمون اس اعتبار سے بہت اہم ہے کہ انہوں نے تحقیق و تنقید دونوں کی سرحدیں ملا دی ہیں۔ ''اردو شاعری کے ''مجدد حالی'' اور'' اردو ادب میں جدیدت کے رجحانات'' ان دونوں مضامین میں تحقیق و تنقید کا غیر معمولی امتزاج نظر آتا ہے۔ اس طرح کی تحریروں کے مطالعے سے اس بات کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ تحقیق و تنقید ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم کی حیثیت رکھتے ہیں۔

گیان چند جین کی ہمہ جہت شخصیت کا ایک دلکش پہلو شاعری ہے۔ ان کے مجموعۂ کلام کا نام ''کچے بول'' ہے۔ آپ کی شاعری دو ادوار پر محیط ہے۔ پہلا دور ۱۹۳۷ء سے ۱۹۴۷ء تک محیط ہے۔ دوسرے دور کا آغاز جموں کے قیام کے دوران ہوا۔ اس تعلق سے انھوں نے لکھا ہے :

''۴۸ تک کا سرمایہ کوئی ساڑھے تین ہزار اشعار پر مشتمل ہے اس میں سے تقریباً ایک چوتھائی لیا ہوگا اور وہ بھی اصلاح و ترمیم کے بعد ۶۷ کے بعد کی شاعری کا تقریباً تمام حصہ برقرار رکھا ہے۔''

(کچے بول۔ گیان چند جین۔ اے، ون آفسیٹ پریس، دہلی، ۱۹۹۱ء ، ص، ۶)

گیان چند جین نے اپنی پہلی غزل ۱۹۳۷ء میں 'غافل' کے قلمی نام سے لکھی تھی۔ دوسرے دور کی شاعری کا آغاز تب ہوا، جب وہ غالب کے منسوخ کلام کی شرح لکھ رہے تھے۔ اس لیے دوسرے دور کی شاعری میں غالب کا رنگ نمایاں ہے۔ غالب کے کلام جیسی رنگینی، بے ساختگی اور سادگی صاف جھلکتی ہے۔ کچھ اشعار ملاحظہ فرمائیں :

لگ رہا ہے آنکھ میں، یہ کیسا کڑوا سا دھواں
اک ذرا اٹھ کر بڑھا ڈالو چراغِ کائنات
ہر قوی کے پاؤں کے نیچے لرز جاتی ہے یہ
کاش دھرتی کو بھی ہوتا آسماں کا سا ثبات

کیا بتاؤں آپ سے، کیا ہستی انسان ہے
آدمی جذبات و احساسات کا طوفان ہے
محشر جذبات ہے فتحِ خلا کے باوجود
جو بشر شدت سے جذباتی نہ ہو، حیوان ہے

گیان چند جین نے جموں میں اپنے قیام کے دوران ''تفسیر غالب'' کے عنوان سے غالب کے مکمل منسوخ کلام کی شرح لکھی۔''رموز غالب'' نامی کتاب میں غالب کے تعلق سے کئی اہم مضامین لکھے۔تفسیر غالب کے مطالعے سے اس بات کا بھی اندازہ ہوتا ہے کہ گیان چند جین فارسی زبان سے بہت حد تک واقف تھے۔جموں میں رہتے ہوئے انھوں نے غالب کے حوالے سے جو کام کیے ہیں وہ کئی اعتبار سے غیر معمولی ہیں،اس لیے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ تفصیل سے ان کے اس کام کا جائزہ لیا جائے۔

''رموز غالب'' غالب کے کلام بالخصوص منسوخ کلام کے نسائخ کے متعلق مضامین کا مجموعہ ہے۔اس کتاب میں غالب کے ابتدائی کلام کے تعلق سے بحث کی گئی ہے۔گیان چند جین نے ان مضامین میں غالب کی شاعری کو فکری و فنی حوالے سے دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ایک تحقیق کے تعلق سے ہے، دوسرا تنقید سے متعلق۔انھوں نے غالب کے منسوخ کلام کے لیے کئی اصطلاحات اور معروضات بھی پیش کیے ہیں۔گیان چند جین نے غالب کو پڑھنے والوں کے لیے اس کتاب کے ذریعے آسانی پیدا کر دی ہے۔

''رموز غالب'' گیان چند جین کے تحقیقی و تنقیدی مضامین کا مجموعہ ہے۔تحقیق والے حصے میں کل نو مضامین شامل ہیں، جب کہ تنقید والے حصے میں کل تین مضامین کو شامل کیا گیا ہے۔اسے پہلی بار مکتبہ جامعہ نے ۱۹۷۶ء میں شائع کیا۔کتاب کا انتساب مالک رام کے نام کیا گیا ہے۔ ۳۴۴ صفحات پر مشتمل یہ کتاب جس میں گیان چند جین نہ صرف ماہر غالبیات بلکہ ایک محقق اور نقاد کے روپ میں نظر آتے ہیں۔گیان چند جین کے قول کے مطابق انھیں تنقیدی مضامین لکھنے کا شوق نہیں،لیکن تحقیقی مضمون کا مواد ہمیشہ دستیاب نہیں ہوتا ہے۔اس لیے بعض فرمائشوں کی تکمیل میں تنقیدی یا تنقید آمیز مضامین لکھنے پڑتے ہیں۔اس کتاب میں شامل تمام تحقیقی مضامین، جو کسی فرمائش پر نہیں لکھے گئے ہیں، بلکہ گیان چند جین نے از خود لکھا ہے۔اس کتاب میں گیان چند جین نے مضامین کی ترتیب اسی طرح سے کی ہے:

۱ نسخۂ بھوپال کی اصلاحیں اور اضافے
۲ نسخۂ عرشی، طبع ثانی سے متعلق کچھ معروضات
۳ نسخۂ عرشی، کچھ اشعار کی قراتیں
۴ غالب کا خود نوشت دیوان
۵ نسخۂ عرشی زادہ، ایک جائزہ

۶ خودنوشت مخطوطۂ غالب اوراس کی اصلاحیں

۷ دیوان غالب کا متنازع مخطوطہ

۸ دیوان غالب کے متنازع مخطوطات پر مزید مشاہدات

۹ ''بیاض غالب'' ایک تحقیقی جائزہ'' پر ایک نظر

''نسخۂ عرشی'' دراصل امتیاز علی عرشی کا مرتب کردہ دیوان غالب ہے۔ جسے پہلی بار انجمن ترقی اردو (ہند) نے ۱۹۵۸ء میں شائع کیا۔ اس دیوان میں متن کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

۱ گنجینۂ معنی :اس میں غالب کا منسوخ کلام ہے۔

۲ نوائے سروش :یہ غالب کا متداول کلام ہے۔

۳ یادگارنالہ :یہ مختلف مآخذ سے لیا ہوا متفرق کلام ہے۔ اس کلام کو نہ غالب نے مسترد کیا تھا اور نہ ہی اپنے مرتبہ دیوان میں شامل کیا تھا۔ جس سے یہ واضح نہیں ہوتا ہے کہ غالب اسے قابل اشاعت سمجھتے تھے یا نہیں۔

اس کتاب میں شامل ایک مضمون ''نسخۂ عرشی زادہ ایک جائزہ'' ہے۔ نسخۂ عرشی زادہ مولانا امتیاز علی عرشی کے بیٹے اکبر علی خاں کا مرتب کردہ مخطوطۂ کلام غالب ہے۔ اکبر علی خاں پہلی بار اس نسخے میں عرشی زادہ کے لقب کے ساتھ ظاہر ہوئے۔ اس کا پیش لفظ آل احمد سرور نے لکھا ہے۔ نسخۂ عرشی زادہ کے تعلق سے گیان چند جین نے لکھا ہے:

> ''میں نے پچھلے سال تقریباً آدھ گھنٹے کے لیے نسخۂ عرشی زادہ کو سرسری طور پر دیکھا تھا۔ اب ۱۹۷۱ء میں مجھے اس کے تفصیلی مطالعہ کا موقع ملا۔ دیدہ زیبی اور حسن ظاہری کے اعتبار سے یہ جلد مرقع چغتائی اور شاہکار انیس کے زمرے میں جگہ پائے گی لیکن اس کی اہمیت محض اس کے ظاہر کی وجہ سے نہیں، اس کے مشمولات کی وجہ سے ہے۔''
>
> (رموز غالب، گیان چند جین، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، ۱۹۷۶ء، صفحہ ۱۱۹:)

مندرجہ بالا اقتباس سے اندازہ ہوتا ہے کہ گیان چند نے نسخۂ عرشی کا مطالعہ کیا۔ مرتب نے اسے ترتیب دیتے ہوئے جس ذہانت کا ثبوت دیا ہے، اس نے عام قارئین کے لیے بہت سی آسانیاں پیدا کردی ہیں۔ اس چیز نے گیان چند جین کو حیرت و استعجاب میں ڈال دیا۔ اور انھیں بہت متاثر بھی کیا۔ البتہ انھیں جہاں کوئی کمی نظر آئی اس کی طرف اشارہ بھی کردیا، تاکہ اشاعت ثانی میں اس کمی کو دور کیا جاسکے۔ ''رموز غالب'' میں تین تنقیدی مضامین شامل ہیں۔ جو درج ذیل ہیں۔

۱ غالب کے طرفدار نہیں

۲ غالب کے نقاد

۳ غالب کی زبان ابتدائی کلام کی روشنی میں

اس کتاب کا آخری مضمون جو کہ تنقیدی حصے سے متعلق ہے لیکن گیان چند جین نے اس میں اپنی محققانہ بصیرت کا ثبوت دیا

ہے، اور غالب کے ابتدائی دور کی شاعری کی روشنی میں ان کی زبان و بیان کا جائزہ لیا ہے۔ اور ان کے ابتدائی کلام پر مفصل بحث کی ہے، جسے غالب نے منسوخ کر دیا تھا۔ غالب کا منسوخ کلام ''نسخۂ حمیدیہ'' کے عنوان سے چھپ چکا ہے اور اسی کو نسخۂ عرشی میں ''گنجینۂ معنی'' کے نام سے اکٹھا کیا گیا ہے۔

گیان چند جین کا خیال ہے کہ اردو شاعری کی تاریخ میں غالب سب سے زیادہ فارسی زدہ شاعر ہیں۔ غالب کا یہ کمال نہیں تو اور کیا ہے کہ جب ان کی عمر پچیس برس کی بھی نہیں ہوئی تھی، تب میر محمد خاں سرور نے اپنے تذکرہ 'عمدۂ منتخبہ' میں غالب کے سو سے زائد اشعار کو نقل کیا تھا اور ان کے کلام پر اپنے مثبت خیال کا اظہار کرتے ہوئے 'طرز موجد' کہہ دیا تھا۔ غالب پر دو سو سال سے زیادہ عرصے سے کام ہو رہا ہے۔ لیکن غالب کا خیال تو اردو کلام سے متعلق کچھ اور تھا۔ کیونکہ غالب فارسی کلام کے مقابلے میں اپنے اردو کلام کو بے رنگ تصور کرتے تھے، تبھی تو کہا تھا:

پارسی بین تا بہ بینی نقش ہائے رنگ رنگ
بگزر از مجموعۂ اردو کہ بے دن من است

لیکن اس بات پر غور کریں کہ غالب نے جسے حقیر جانا آج ان کی بقا کا وہی سب سے اہم ذریعہ ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ ان کے فارسی کلام سے لوگوں نے روگردانی برتی ہو، لیکن جو بات ان کے اردو کلام میں لوگوں نے تلاش کی ہے، اس طرح سے ان کے فارسی کلام میں تلاشنے کی کوشش نہ کے برابر ہوئی۔ آج اگر ان کا صرف فارسی کلام ہوتا تو اتنی گفتگو نہیں ہوتی۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ان کا فارسی کلام بھی لوگوں کی توجہ کا مرکز ہے۔ لیکن ان کی بقا کا ذریعہ اردو کلام ہی ہے۔

گیان چند جین نے غالب کی زبان کا مطالعہ کرتے ہوئے کئی ایسی تراکیب کا ذکر کیا ہے جو اردو کے مزاج کے خلاف ہیں لیکن غالب نے اپنی شاعری میں انہیں استعمال کیا ہے۔ گیان چند جین نے اس طرح کی بہت سی مثالیں دی ہیں، جن میں غالب نے ایسے مرکبات کا استعمال کیا ہے۔ گیان چند جین نے اس کی جو مثالیں دی ہیں، وہ ملاحظہ ہوں:

مئے تمثالِ پری، نشۂ مینا آزاد
دلِ آئینہ طرب، ساغرِ بختِ بیدار
تو یک جہاں قماش ہوس جمع کر کہ میں
حیرت متاع عالم نقصان و سود تھا
موج سے پیدا ہوئے پیراہن دریا میں خار
گرچہ وحشت بیقرار جلوۂ مہتاب تھا

گیان چند جین نے فارسی حروف اور مصادر کے استعمال کے تعلق سے لکھا ہے:

''غالب کئی ممنوع فارسی شکلوں کو ایک مرکب کے رشتے میں پرو دیتا ہے۔ ان میں عطف یا اضافت

سے کام لیا جاتا ہے، نتیجہ یہ ہے کہ ایک طویل عربی فارسی فقرہ نما مرکب وجود میں آجاتا ہے، جو اردو کو
بالکل ایرانی قبا میں ملبوس کر دیتا ہے۔'' (ایضاً، صفحہ ۳۳۱:)

گیان چند جین نے ہر حصے کو مثالوں کے ذریعے بتانے کی کوشش کی ہے۔ غالب کی خاص بات یہ بھی ہے کہ وہ اردو میں فارسی مصادر اور حروف کا بے تکلف استعمال کرتے ہیں۔

تنقیدی حصے کا دوسرا مضمون ''غالب کے نقاد'' کے عنوان سے ہے۔ جیسا کہ اس مضمون کے عنوان سے ہی پتہ چلتا ہے کہ یہ مضمون دراصل غالب کے ناقدین کے تعلق سے ہے۔ گیان چند جین نے غالب کے کئی ناقدین کا ذکر کیا ہے۔ جن میں الطاف حسین حالی، عبدالرحمن بجنوری، ڈاکٹر عبداللطیف، غلام رسول مہر، شیخ محمد اکرام، ڈاکٹر شوکت سبزواری، ڈاکٹر سید عبداللہ اور کوثر چاند پوری شامل ہیں۔ گیان چند جین کے مطابق ان میں بیشتر ناقدین ایسے ہیں جنھوں نے سخن فہمی کے بجائے غالب کی جانبداری کا ثبوت دیا ہے۔

گیان چند جین نے ان تمام نقادوں اور تنقیدی کتب و مضامین میں سے صرف دو تنقیدی کتابوں کو متوازن تنقید غالب سمجھا ہے۔ ایک شیخ اکرام کی کتاب ''آثار غالب'' ہے۔ ان کے خیال کے مطابق یہ کتاب سوانح کی تحقیق کے لیے بہتر ہے اور تصانیف کی تنقید کے لیے بھی موثر ہے۔ دوسری کتاب ''نقد غالب'' ہے۔ جو علی گڑھ میگزین کے غالب نمبر کا نقش ثانی ہے۔ جو ۱۹۵۶ء میں منظر عام پر آیا۔ جب کہ کچھ لوگوں کا خیال یہ بھی ہے کہ غالب پر حالی کی تصنیف ''یادگار غالب'' ایک منصفانہ اور متوازن کتاب ہے۔ صباح الدین عبدالرحمن 'غالب مدح وقدح کی روشنی میں' کی دوسری جلد میں شیخ اکرام کی کتاب کے سوانحی حصہ پر اعتراض بھی کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ جس وقت وہ کام کر رہے تھے، ان کے پیش نظر بہت سارے ماخذات بھی تھے، اسی لیے انھوں نے جو بھی بات کی ہے دلیل کے ساتھ کی ہے۔

اس کتاب کے تنقیدی حصے کا پہلا مضمون ''غالب کے طرفدار نہیں'' کے عنوان سے ہے۔ اس مضمون میں گیان چند جین نے غالب کے کلام کے محاسن و معائب پر بحث کی ہے۔ محاسن کی بہ نسبت غالب کے کلام کے معائب کا ناقدانہ جائزہ پیش کیا ہے۔ گیان چند جین نے لکھا ہے:

> ''غالب اکثر افراط و تفریط کا شکار رہے۔ انھیں معترض ملے یا معتقد۔ نقاد کم ملے، ان کی شاعری کی تنقیص ہوئی یا پرستش، متوازن تنقید کم ہوئی۔۔۔
> غالب بڑا شاعر ہے لیکن کیا دیوان غالب کو عالمی معیار کی عظیم شعری کتابوں شمار کیا جاسکتا ہے۔ کیا دیوان غالب کو بالمیک اور تلسی داس کی رامائن، فردوسی کے شاہنامے، ہومر کی ایلیڈ اور اوڈیسی۔ دانتے کی ڈوائن کامیڈی، ملٹن کی فردوس گم شدہ وغیرہ کے برابر رکھا جاسکتا ہے۔ مجھے اس میں تردد ہے۔ شبہ ہے۔'' (ایضاً، صفحہ ۲۹۱:۔ ۲۹۰)

گیان چند جین نے غالب کو بڑا شاعر ماننے سے انکار نہیں کیا ہے۔ اس مضمون میں انھوں نے غالب کی عظمت کا اعتراف بھی کیا ہے۔ لیکن انھیں یہ اعتراض ہے کہ غالب کا کوئی ایسا انتخاب نہیں کیا گیا، جسے عالمی سطح کے ادب کے مقابلے میں رکھا

جا سکے۔ غالب پر جتنا لکھا گیا، اتنا کسی پر نہیں لکھا گیا۔ باوجود اس کے غالب کی قدر و قیمت کو ایک بار پھر متعین کرنے کی ضرورت ہے۔ گیان چند جین کا خیال ہے کہ غالب کا ایک ایسا انتخاب کیا جائے، جسے عالمی ادب کے مقابلے میں رکھا جا سکے۔ ظاہر ہے کہ دیوان غالب میں ہر شعر اس معیار کا نہیں۔ اسی لیے انھوں کہا کہ بے جا طرفداری سے بچتے ہوئے اس طرح کے کام میں پہل کرنی چاہیے۔ یقیناً یہ ایک مشورہ تھا، جس پر غور کیا جانا چاہیے، تا کہ غالب کی عظمت میں مزید اضافہ ہو سکے۔

رموز غالب کے علاوہ غالب کے تعلق سے ایک کتاب گیان چند جین کی ''تفسیر غالب'' کے نام سے ہے۔ یہ کتاب غالب صدی کے موقع پر شائع ہونی تھی، لیکن بوجوہ یہ کتاب ۱۹۷۱ء کے آخر میں شائع ہوئی۔ اس کام کو گیان چند جین نے ۱۹۶۸ء ہی میں مکمل کر لیا تھا۔ اس میں انھوں نے کل ۱۹۵۶ء اشعار کی تشریح کی ہے۔ جن میں ۱۴۳ اشعار قصیدے کے، ۱۵۰۸ اشعار غزل کے ساتھ ساتھ ۱۲ رباعیاں بھی شامل ہیں۔ اس کے علاوہ یادگار نامہ سے ۱۱۱۸ اشعار، خودنوشت دیوان سے ۱۶۹/ اشعار اور ضمیمہ نسخۂ عرشی سے ۶/ اشعار ہیں۔ یہ سب مل کر کل ۱۹۵۶/ اشعار کی تعداد ہوتی ہے۔ اسی تفصیل اور تعداد کا ذکر انھوں نے اپنے دیباچے میں بھی کیا ہے۔ اس تفسیر کے لیے انھوں نے نسخۂ عرشی کو پیش نظر رکھا۔ البتہ ۱۷۵/ اشعار ایسے ہیں، جس کے لیے انھوں نے خودنوشت دیوان اور ضمیمہ نسخۂ عرشی کی مدد لی ہے۔

تفسیر غالب لکھنے میں گیان چند جین نے بہت احتیاط سے کام لیا۔ اس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ انھوں نے جب کلام غالب کی تفسیر لکھنے کا ارادہ کیا تو ابتدا میں ماہر غالبیات مولانا امتیاز علی خاں عرشی کی خدمت میں چند اشعار بھیج کر اس کی تشریح چاہی۔ جب امتیاز علی عرشی نے ان اشعار کی تشریح بھیجی تو گیان چند جین ان کی تشریح کے کچھ حصے سے مطمئن ہوئے اور کچھ میں کسی قدر شبہ کا اظہار کیا، اور یہی چیز تھی جو ان کے اعتماد میں اضافہ کر گئی۔ ایسا نہیں ہے کہ گیان چند جین نے صرف امتیاز علی عرشی سے ہی حل معنیٰ میں مدد لی، بلکہ دوسرے محققین سے بھی غالب کے دقیق اشعار کے حل معنیٰ میں مدد لی۔ البتہ لوگوں کی تشریح سے انھیں اندازہ ہو گیا کہ وہ غالب کے ذہن کی کجی اور ان کے مخصوص نہج فکر سے آشنا ہو گئے ہیں۔ اس تفسیر کے لکھنے میں انھیں کن دشواریوں سے دو چار ہونا پڑا، بطور خاص قلم زد کلام میں، انھیں کی زبانی ملاحظہ ہو:

> ''غالب کا قلم زد کلام اجنبی فارسی محاوروں کی جنت ہے۔ فارسی لغات کے بغیر ان اشعار کے حل کی سعی نامشکور رہے گی۔ میں نے قدم قدم پر بہار عجم اور فرہنگ آنندراج کا سہارا لیا ہے......لیکن یہ یاد رکھیے کہ غالب کے اشعار میں بعض ضروری اجزا کے حذف ہونے کی وجہ سے شاعر کے مافی الضمیر تک رسائی مشکل ہو جاتی ہے۔''
>
> (تفسیر غالب، گیان چند جین، جموں اینڈ کشمیر آف آرٹ، کلچر اینڈ لینگویجز، سرینگر، ۱۹۷۱ء، صفحہ ۱۲:)

مندرجہ بالا اقتباس سے اندازہ ہوتا ہے کہ گیان چند جین کلام غالب کی تفسیر لکھتے وقت کن دشواریوں سے دوچار ہوئے تھے، باوجود اس کے ان کا اعتماد متزلزل نہیں ہوا۔ اس تفسیر کے دو حصے قابلِ توجہ ہیں۔ ایک تو وہ جسے امتیاز علی عرشی نے اپنے نسخے میں منتخب اشعار کو ''یادگار نامہ'' کے عنوان سے ترتیب دیا ہے، اور دوسرا وہ حصہ جو غالب کے خودنوشت دیوان کے نئے اشعار کی تشریح

ہے۔اس حصے میں کل ۱۶۹ اشعار شامل ہیں۔گیان چند جین کے مطابق یادگار نامہ کی ابھی تک کسی نے تشریح نہیں کی ہے۔ان میں بیشتر اشعار صاف ہیں۔کہیں کہیں کوئی شعر وضاحت طلب ہے۔اس تفسیر کی تکمیل کے پیچھے گیان چند کا مقصد، غالب کے مشکل اشعار کی تشریح فراہم کرنا تھا۔گیان چند جین نے تشریح میں بھی تحقیق سے کام لیا اور اشعار کو زمانے کے تعین کے ساتھ تشریح کی ہے۔

اسی لیے کہا جا سکتا ہے کہ گیان چند جین ان دونوں تصانیف ''رموزِ غالب'' اور ''تفسیرِ غالب'' سے خود کو غالب شناس کی فہرست میں کھڑا پاتے ہیں۔کیوں کہ گیان چند جین نے غالبؔ کے کلام کی 'کیف آور صہبا کو اپنی نکتہ آفرینوں سے غالبؔ کے شیدائیوں کو ان دونوں تصانیف کے ذریعہ انمول تحفہ دیا ہے۔' یقیناً گیان چند جین نے ان دونوں تصانیف کے ذریعہ غالب شناسی کے نگارخانے میں بصیرت کی ایک نئی اور رنگین شعاع کا اضافہ کیا ہے۔غالب شناسی کا پورا حصہ جموں میں قیام کے دوران ہی لکھا گیا ہے۔اس طرح ہم یہ کہہ سکتے ہیں جموں کے ماحول نے انھیں غالب شناس بھی بنا دیا۔

گیان چند جین کی کتاب 'اردو کا اپنا عروض' کی ابتدائی کڑی جموں ہی میں لکھی گئی۔اس کتاب کے چند اہم مضامین جموں کے قیام کے دوران لکھے۔گیان چند جین نے بعد میں جو بھی کام کیے، اگر ان سب پر غور کریں تو یہ بات واضح طور پر سامنے آتی ہے کہ جموں نے انھیں جو ماحول دیا، وہ جہاں بھی رہے، اس ماحول سے علمی طور پر باہر نہیں نکل سکے۔شاعری کا دوسرا دور ایک طویل وقفے کے بعد جموں ہی میں شروع ہوا۔ظہور الدین صاحب نے گیان چند جین کی کتاب 'تجزیے' کی اشاعت میں بہت مدد کی۔لیکن ''تحقیق کا فن'' نامی کتاب پر غور کریں اس کتاب کا ابتدائی خاکہ جموں ہی میں بنا۔کیونکہ ظہور الدین صاحب نے ایک سیمینار میں کہا تھا کہ میرے استاد نے اصولِ تحقیق سے واقف نہیں کرایا۔اس تعلق سے گیان چند نے ''تحقیق کا فن'' میں لکھا ہے:

> ''جب میں نے پہلی بار الہ آباد یونیورسٹی میں ڈی فل کے لیے ریسرچ کی تو مجھے میرے نگراں نے فٹ نوٹ لکھنے کے بارے میں ہدایت نہیں کی۔میں نے اپنا مقالہ اردو کی نثری داستانیں، جیسے کا تیسا انجمن ترقی اردو پاکستان کو اشاعت کے لیے بھیج دیا۔۱۹۸۴ء میں یہ شائع ہوا تو فٹ نوٹوں سے معرا تھا۔جنوری ۱۹۸۷ء میں خدا بخش لائبریری پٹنہ میں اردو کے تحقیقی مقالوں پر ایک سیمینار رہا۔شرکا میں جموں یونیورسٹی کے ریڈر ڈاکٹر ظہور الدین بھی تھے۔انھوں نے ایک زمانے میں میری نگرانی میں جموں میں پی ایچ ڈی کی تھی۔سنا ہے کہ اعتراض کے جواب میں انھوں نے سمینار میں کہا کہ میں نے ان کے ریسرچ کے دوران انھیں تحقیق کے طریقے نہیں بتائے تھے۔ان کا یہ کہنا درست تھا۔میں اس زمانے میں اصولِ تحقیق سے بہت کچھ واقفیت حاصل کر چکا تھا۔لیکن وہ میرے ذہن میں ترتیب شدہ شکل میں نہیں تھے۔چناں چہ میں نے اپنے زیر نگرانی اسکالروں کو صریحاً اس کا درس نہیں دیا۔''
>
> (تحقیق کا فن، طبع سوم۔گیان چند جین۔مقتدرہ قومی زبان، پاکستان۔۲۰۱۲ء ص، ۳)

بحیثیت مجموعی کہا جا سکتا ہے گیان چند جین نے جموں میں اپنے قیام کے دوران تقریباً بارہ برس میں جو کچھ کیا وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔لیکن جموں کے حوالے سے ان کی خدمات کو کم ہی لوگ جانتے ہیں۔انھوں نے بھوپال سے جموں، جموں سے الہ آباد اور الہ

آباد سے حیدر آباد تک کا سفر کیا۔ ایک سرے سے دوسرے سے تک اردو کے لیے اپنی خدمات انجام دیں۔ علمی طور پر جموں کا قیام ان کے لیے نیک فال ثابت ہوا۔ انھوں نے یہاں رہ کر جو کچھ کیا، اور جس طرح سے طالب علموں کی ذہن سازی کی، اس سے یقیناً اردو کا مستقبل مستحکم ہوا۔ کیونکہ انھوں نے اپنے ابتدائی زمانے میں جموں کے تعلق سے جو معروضات پیش کیے ہیں، کہ تحقیق وتنقید کے تعلق سے جموں بالکل بنجر کی طرح ہے اور اس بنجر زمین میں اردو کا مستقبل سنوارنا واقعی مشکل تھا۔ لیکن ایک آسانی یہ تھی کہ رسم الخط تھا، اس لیے ذہن سازی میں انھیں بہت زیادہ دقت نہیں ہوئی۔ آج اسی جموں میں اردو تحقیق وتنقید کے حوالے سے جو کچھ ہو رہا ہے، وہ کسی سے مخفی نہیں۔ جموں کے قیام نے علمی طور پر گیان چند جین کا ارادہ مزید مستحکم کر دیا تھا۔ جو کام جموں میں شروع کیا تھا، وہ ان کی زندگی کا ایک ایسا حصہ بن گیا تھا، جو ان کے دنیا سے جانے کے بعد ہی ختم ہوا۔ اس لیے جموں میں قیام کے دوران بحیثیت استاد انھوں نے جو خدمات انجام دی ہیں، اس کو اور ان کے علمی کارنامے کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔

جموں یونی ورسٹی کے شعبۂ اردو کی خوش بختی ہے کہ وہاں بتدریج پروفیسر گیان چند جین، پروفیسر جگن ناتھ آزادؔ، پروفیسر عابدؔ پیشاوری، ڈاکٹر منظر اعظمی اور ڈاکٹر ظہور الدین جیسے نابغۂ روزگار اساتذا اپنے علم سے اردو کی نئی نسلوں کو بہرہ ور کرتے رہے ہیں۔